قسط سوئم:

اسلامی حدود و تعزیرات، فلسفہ اور حکمت

مولانا ابرار اللہ شاہ

جامعہ المرکز الاسلامی

السرقہ:

چوری کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

" والسا رق و السا رقة فا قطعوا آ هد يهماجز آ ء بما كسبا ز كا لا من الله عزيز حكيم

.فمن تا ب من بعد ظلمه واصلح فا ن الله يتو ب عليه ان الله غفو ر ر حيم، "

ترجمہ:...... اگر مرد یا عورت چوری کرے اس کے ہاتھ کاٹ دو۔اس بات کا بدلہ جو کہ انہوں نے کیا ہے۔یہ مثالی سزا ہے خدا کی طرف سے خدا غالب حکمت والا ہے اور پھر جو کوئی توبہ کرے اس ظلم کے بعد اور اصلاح کرے وہ شخص اس پر لوٹنے والا ہے۔یعنی توبہ کرنے والا ہے۔تحقیق اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

چوری میں نہ صرف اللہ تعالیٰ نے مثالی سزا مقرر فرمائی ہے بلکہ اسے ظلم بھی قرار دیا ہے۔کسی کی ملکیتی چیز کو اس کے علم اور مرضی کے بغیر اس سے محروم کر دینا کہ وہ اپنی کمائی ہوئی ملکیتی چیز کو اپنے استعمال میں نہ لا سکے۔معاشرہ میں بہت بڑا ظلم ہے۔

انسان صرف اس لئے محنت، مشقت، دماغ سوزی اور وقت کو صرف کرتا ہے۔کہ وہ اپنی ذات، اپنی اولاد، ماں باپ، اقربا اعزا کے لئے یا کار خیر نیکی کی راہ میں اپنے طور پر خرچ کر سکے اس کا مقصد نہ صرف ذہنی جسمانی سکون ہی نہیں بلکہ دنیا میں نیکی اور آخرت میں نجات کے لئے بھی خرچ کرنا ضروری ہے۔ایسی خون پسینے کی کمائی پر کسی دوسرے شخص کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ ناجائز طور پر مال چھین کر کسی کو مفلس و نادار کر دے خصوصی طور اگر کوئی شخص سفر میں ہو یا کسی غیر جگہ پر ہو۔اور وہ بے یار و مددگار کر دیا جائے۔تو اس کی بے بسی کا اندازہ لگانا کتنا مشکل ہے حضرت عمرؓ فرماتے ہیں۔کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈھال کی چوری میں ہاتھ کاٹا۔حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علیؓ نے چوتھائی دینار کی چوری پر ہاتھ کاٹا حضرت ابو بکر صدیقؓ نے پانچ درہم میں ایک چور کا ہاتھ کاٹا

حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ، حضرت علیؓ، حضرت عمر بن عبدالعزیز، امام لیثؒ امام شافعیؒ کے اقوال کے مطابق نصاب چوتھائی دینار کے برابر ہے۔ امام مالکؒ اور امام احمد حنبلؒ تین درہم یا چوتھائی دینار پر متفق ہیں کیوں کہ اس وقت دینا کی قیمت 12 درہم تھی اور ڈھال کی قیمت اس وقت 3 درہم تھی جو حضرت ابن عمرؓ کی روایت میں حد شرعی ڈھال کی قیمت پر مقرر کی گئی مگر حنفی علماء کے نزدیک جہاں تک ممکن ہو۔ حد شرعی کو دور کرو اس اصول کے مطابق کم سے کم قیمت ہر شبہ واقع ہوتا ہے۔ جن بنا پر حد ساقط ہو جاتی ہے۔ اس لئے قرطبی کے نزدیک معمولی قیمت پر ہاتھ قطع نہیں ہونا چاہیئے۔

حضرت سفیان ثوریؒ اور کوفہ والوں کا قول یہ ہے کہ دس درہم سے کم میں ہاتھ نہ کاٹا جائے۔ حضرت عامرؓ بن سعد سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

چور کا ہاتھ ایسے مال کی چوری میں کاٹا جاسکتا ہے۔ جس کی قیمت ڈھال کے برابر ہو۔ اور یہی روایت حضرت عائشہ صدیقہؓ سے بھی ہے۔

حضرت ابن سعودؓ کی روایت ہے حنفی علماء کے مطابق ایک دینار یا دس درہم پر حد شرعی ہے ایک قلیل جماعت نے قرآن کے ظاہری مفہوم کے مطابق چور کا ہاتھ کاٹنے کو اپنی دلیل بنایا جن میں خوارج، داود ظاہری اور امام حسن بصریؒ شامل ہیں۔ البتہ دیگر فقہا نے آیت کی وضاحت کو مطلق مفہوم کی بنیاد پر احادیث کی روشنی میں نصاب کا تعین کیا ہے۔

استثناء:

رافع بن خدیجؓ سے روایت ہے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا پھل چرانے اور کھجور کے سفید گابھے میں ہاتھ کاٹنا نہیں۔

حضرت عمر بن شعیبؒ باپ دادا سے روایت ہے کہ رسول پاک نے فرمایا کہ جو شخص لٹکے ہوئے پھل کو چوری کرے اور جب ڈھال کی قیمت کو پہنچے تو حد جاری ہوگی۔ عبداللہ بن عبدالرحمٰن محسن بن ابی حسین مکی سے روایت ہے۔ کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا میرے پہاڑ میں چرنے والے جانور کی چوری کرنے پر ہاتھ کاٹنا نہیں۔ خائن اور لوٹنے والے کا ہاتھ کاٹنا نہیں۔ روایت حضرت جابرؓ۔

سرقہ قرآن اور سنت کی روشنی میں:

ابو سلمی ابو ہریرہ سے رویت کرتے ہیں کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا۔ اگر چور چوری کرے تو ہاتھ کاٹ دو پھر چوری کرے تو پاؤں کاٹ ڈالو پھر چوری کرے ہاتھ کاٹ دو۔ پھر چوری کرے تو پاؤں کاٹ دو۔

معافی:

صفوان بن امیہ ہجرت کر کے مدینہ آئے اور مسجد میں سو گئے اور اپنی چادر کو سرہانے رکھ لیا۔ اتنے میں ایک چور آیا اور آپ کی چادر اٹھائی صفوان نے چور پکڑ لیا۔ اور اسے رسول اکرمؐ کے پاس لائے آپؐ نے حکم دیا کہ اس کا ہاتھ کاٹا جائے۔

صفوان نے کہا کہ یا رسول اللہ میں یہ نہیں چاہتا۔ میں نے اس کو خیرات کر دی رسول اللہ نے فرمایا اس کو میرے پاس لانے سے پہلے ایسا کیوں نہ کیا۔

سفارش:

بخاری اور مسلم میں ہے: کہ قریش کو اس مخزومیہ عورت کے معاملہ نے سخت پریشان کیا تھا۔ جس نے چوری کی تو لوگوں نے کہا۔ اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کون گفتگو کرے۔ اور اسامہؓ بن زیدؓ جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت محبوب تھے۔ ان کو تیار کیا گیا۔ چنانچہ اسامہؓ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اُسامہؓ کیا تو اللہ کی حدود کے بارے میں سفارش کرتا ہے۔ اس پر اُسامہؓ نے جھٹ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے معاف کر دیجئے میں نے غلطی کی۔ اس کے بعد پچھلے پہر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا۔ اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا:

اور تم سے پہلے لوگ اسی وجہ سے ہلاک ہوئے کہ جب ان میں سے کوئی کمزور آدمی چوری کرتا تھا۔ تو اس پر حد قائم کرنے اور جب کوئی بڑا آدمی چوری کرتا۔ تو اسے چھوڑ دیا جاتا۔ قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اگر فاطمہؓ بنت محمدؐ بھی چوری کرتی۔ میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ ڈالتا۔ (لا یاذ با اللہ) . پھر آپؐ کے حکم سے اس مخزومیہ عورت کا ہاتھ کاٹا گیا۔

ایک اور حدیث میں ہے: کہ یہ مخزومیہ عورت زیور اور برتن مانگ لاتی اور پھر واپس دینے سے انکار کر دیتی۔ اکثر علماء کے نزدیک پانچویں دفعہ چوری پر قتل کی سزا ہے۔

تشریح سرقہ:

حد سرقہ عورت ہو یا مرد دونوں پر یکساں اطلاق ہے۔ عہد رسالت میں مردوں سے خیار بن عدیؓ بن نوفل بن عبد مناف تھا۔ عورتوں میں قبیلہ بنی مخزوم کی عورت مسماۃ سرۃ بنت سفیان بن عبد الاسد تھی جن پر حد سرقہ نافذ کی گئی۔

شرائط قطع ید:

۱)...... بالغ ،

۲)...... عاقل ،

۳)...... مال مسروقہ پر کسی دوسرے کا حق ملکیت نہ ہو ،

۴)...... چور کو حق ولایت (دیکھ بھال) کا حق نہ ہو۔ ،

۵)...... وہ شخص دشمن سے برسر جنگ نہ ہو ،

(مجاہد مال غنیمت سے چوری کرے تو حد نہیں) ۔ کیونکہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غلام کو مال خمس سے چوری پر بری فرمایا:

مال کی تعریف:

۱)...... سرقہ کی حد میں نصاب (وہ مقدار جس سے کم چوری میں ہاتھ کاٹا نہیں جاتا۔ پورا ہو تو حد نافذ ہوگی۔

۲)...... شریعت کے مطابق مال سے مراد وہ شے ہے۔ جو ملکیت میں آنے والی اور اس کی خرید وفروخت حلال ہو۔ لہٰذا شراب، سُور، آلات لہو ولعب کی چوری ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، کیونکہ شریعت نے اُنہیں مال قرار نہیں دیا۔

۳)...... مال مسروقہ ایسی شے ہو جس کے چرانے کی تصدیق ہو سکے۔ بچہ ،معذور، غلام، گونگا، بالغ انسان وغیرہ۔

۴)...... چوری حرز سے ہو۔ حرز (حفاظت) جس شے کا کوئی محافظ ہے وہ ہی اس کا حرز ہے۔ (ایسی جگہ جو چوری سے محفوظ رکھنے کے لیے ہو۔

۱)...... جانور، موٹر، گاڑی، مال مویشی، موٹر گاڑی، کشتی، جہاز سمندری، ہوائی جہاز حرز میں گھر، دکان، صندوق،

(ب)...... بھیڑ، بکریوں، مال مویشی، موٹر گاڑیاں جیپ اور دیگر مال رکھنے دکان، مکان وغیرہ اگرچہ مالک موجود نہ ہو۔ ہوٹل، ہاسٹل، اقامت گاہ، سرائے ، چور اگر ایک جگہ سے چیز اٹھا کر حرز سے باہر لے آئے، اگرچہ گھر نہ لے جائے تو وہ چور متصور ہوگا۔

فقہ:

چوری ایک عاقل، بالغ، بغیر مجبوری اور بلا اکراہ نصاب کے مقدار مال حرز کے اندر (یا حفاظت میں رکھا گیا ہو) بلا رضا مندی مالک بے خبری میں بدوں استحقاق اپنے تصرف میں لانے کے لیے اٹھا کرے جائے تو اس پر شرعی حد نافذ ہوگی۔

مالکیہ کے مطابق تین درہم کی مقدار میں پھلوں کی چوری میں بھی ہاتھ کاٹنا جائز ہے اور وہ جناب حضرت عثمان سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے تین درہم لیموں کی چوری میں ہاتھ کاٹا تھا۔ حنفیہ ایک دینار یا اشرفی یا دس درہم پر حد کا نفاذ جائز سمجھتے ہیں۔ ان صحاب کی دلیل وہ روایت ہے۔ جو حضرت ابن عباسؓ اور ابن ام ایمنؓ سے مروی ہے۔

حنفیہ کے نزدیک دو بار چوری پر دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹا جائے۔ پھر اگر تیسری مرتبہ کوئی شخص چوری کرے۔ تو اس سے تاوان یا مال مسروقہ لیا جائے گا۔ اور اسے قید کردیا جائے گا حتیٰ کہ وہ توبہ کرے۔

صحیح بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کہ جس وقت زنا کرنے والا زنا کرتا ہے وہ مومن نہیں رہتا شراب پینے والا شراب پیتا رہتا ہے۔ تو وہ مومن نہیں رہتا جس وقت چوری کرنے والا چوری کرتا رہتا ہے وہ مومن نہیں رہتا اور جس وقت ڈاکو لوگوں کو لوٹتا رہتا ہے اور لوگ بے بسی سے اسے دیکھتے رہتے ہیں وہ مومن نہیں رہتا۔

اسی حدیث کے مطابق زنا، شراب، سرقہ، ڈاکہ جہاں حقوق اللہ سے متعلق ہیں۔ وہاں وہ حدود کی سزا میں شامل ہیں۔ اور ایمان کے سلب ہونے کی صورت میں جرائم گناہ سے بھی خالی نہیں۔

اقسام سرقہ:

۱)...... موجب حد:

جو شخص مکلف (عاقل، بالغ، بصیر، ناطق) ہو وہ شخص بہ نیت سرقہ دوسرے شخص کی ملک صحیح حرز سے خفیہ طور پر اس شخص کی رضا اور علم کے بغیر اسی چیز کو نکال کر اپنی ملکیت میں داخل کرے جس کی مالیت دس درہم یا اس سے زیادہ کی ہو اور وہ چیز جلدی بگڑ جانے والی نہ ہو۔ نیز شرعاً مال متقوم (حلال) ہو تو موجب حد ہے۔

سرقہ موجب تعزیر:

الف)...... شرائط حدود پوری نہ ہوں یا باعث شبہ حد نافذ نہ ہو۔

ب)...... غیر کا مال لینا تو ثابت ہو۔مگر خفیہ نہ ہو یا سرقہ کی تعریف میں نہ آتا ہو۔

جہاں قطع ید نہیں:

۱)...... حرز سے جب تک مال اٹھا کر چور باہر نہ آجائے۔

۲)...... دن کے وقت چوری مغرب اور عشاء کے درمیان وقت کیوں کہ اس وقت لوگ چل پھر رہے ہوتے ہیں۔اگر دروازہ کھلا ہو معلق پھل درخت جنگل یا پہاڑ سے لکڑی، گھاس، پرندہ شکار مچھلی۔

۳)...... عداوت کی بناء پر چوری جس میں مالک اور چور دونوں کو علم ہو۔معلق پھل درخت جنگل یا پہاڑ سے لکڑی گھاس مچھلی کا شکار۔

۴)...... جہاں داخلہ کی عام اجازت ہو۔

۵)...... کھلے میدان میں جانور۔

۶)...... اصطبل سے مویشی چرانا۔

۷)...... جو جانور باربرداری کے لیے ہیں۔اس کی پیٹھ پر لکڑ یا کوئی چیز۔

۸)...... پھل، سبزی، دودھ گوشت جلد خراب ہونے والی چیزیں پنیر، خرما وغیرہ میں قطع ید نہیں۔

فقہاء کے نزدیک حرز:

۱)...... گھر کا دروازہ بند ہونا۔

۲)...... کپڑے نقدی، جواہرات، زیورات مقفل صندوق۔

۳)...... اموال تجارت، مقفل دکانیں۔

۴)...... مویشیوں کی جائے محفوظ اصطبل۔

۵)...... گھر کا سامان برتن، کپڑے، گھر کا ملحقہ حصہ۔

۶)...... رات کے وقت حفاظت کرنے والے شخص کا کوئی سامان ہو حرز ہے۔

تشریحات:

۱)...... ہر شے محفوظ اور نصاب کا سرقہ میں قطع ید ہے۔ شافعیہ، مالکیہ، حنابلہ، استثار، پانی، مٹی، گارا، روڑی، آلات موسیقی۔

۲)...... عمومی اباحت کی اشیاء میں حد نہیں۔

۳)...... درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کی چوری میں حد نہیں، شافعیہ، حنفیہ حدیث شریف میں ہے:

" لا قطع فی ثمرہ ولا کثیر "

یعنی پھل اور پنیر خرما میں حد نہیں۔ (اختلاف مالکیہ)۔

۴)...... اشیائے خوردنی میں ہے:

" لا اقطع فی الطعام " (حدیث مرسل).

۵)...... حرام مشروبات، شراب نبیذ اور سرکہ وغیرہ میں قطع ید نہیں ہے۔ (آئمہ فقہا)۔

۶)...... سور اور مُردار جانور کی کھال (جو کمائی ہوئی یا رنگی ہوئی نہ ہو۔ آلات موسیقی خواہ ملکیت غیر مسلم ہو۔

۷)...... قرآن مجید اور علمی کتابوں کی چوری میں قطع ید نہیں۔ (اختلاف شافعیہ اور حنفیہ میں امام ابو یوسف)۔

۸)...... کفن چور قطع ید نہیں۔ (حنفیہ) اختلاف شافعیہ مالکیہ، حنابلہ، اور امام یوسف قطع ید ہے۔

حدیث:...... " لا قطع علی مختفی "

یعنی مختفی (کفن چور) قطع ید نہیں۔

ابن منذر سے روایت ہے۔ کہ ابن زبیر نے کفن چور کا ہاتھ کاٹا، (ضعف)۔

عبداللہ بن عامر بن ربیعہ سے مروی ہے۔ کہ حضرت عمرؓ نے کفن چور گروہ کے ہاتھ کا حکم دیا۔

۹)...... مسلمان اگر مستامن (غیر مسلم پناہ گزن) کا مال مقدار سرقہ کرے تو قطع ید نہیں۔ (حنفیہ)۔

شافعیہ، مالکیہ، حنابلہ کا اختلاف ہے۔

۱۰)...... مستامن اگر چوری کرے تو قطع ید نہیں۔ کیونکہ وہ حربی کی تعریف میں آئے گا۔(حنفیہ)۔

مالکیہ، حنابلہ کا اختلاف ہے۔(جبکہ شافعیہ معاہدہ کی زد سے ہوگا)۔

۱۱)...... غیر مسلم (ذمی) کا مال سرقہ پر قطع ید ہے۔ کیوں کہ حکومت اس کی حفاظت کی ذمہ دار ہے۔(متفقہ)۔

۱۲)...... خیانت، غصب، سلب میں حاکم تعین کرے گا۔

۱۳)...... دھوکہ سے اگر مال ہتھیا لیا جائے۔ اور اس کی مالیت نصاب مقدار سرقہ تک ہو یا عاریتہً لے کر واپس نہ کی تو قطع ید ہے۔

(حنفیہ کا اختلاف ہے)۔

۱۴)...... امانت میں خیانت پر قطع ید نہیں۔(حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ)۔

حنابلہ، اسحاق، زفر اور خارجی قطع ید کی حمایت میں ہیں۔

۱۵)...... غداری، خائن، لوٹنے والے پر قطع ید نہیں۔(حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ)(کتاب الفقہ)۔

حنابلہ، امام زفر واجب قرار دیتے ہیں۔

۱۶)...... مال مسروقہ اصل صورت سے تبدیل کیا گیا تو قطع ید نہیں۔ روئی سے کپڑا، سونے سے زیور۔(متفقہ)۔

۱۷)...... ملکیت، فصل، یا چوری میں شریک اشخاص کی بنا پر شبہ ہو تو قطع ید ہیں۔(حنفیہ)۔

۱۸)...... سارق کے دعویٰ ملکیت ہونے پر قطع ید نہیں۔ حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ کا اختلاف ہے۔ حنابلہ کی دو روایتیں ہیں۔

۱۹)...... بیت المال یا مال غنیمت کی چوری میں قطع ید نہیں (حنفیہ)۔

شافعیہ کے مطابق اگر مال مخصوص غرباء محتاج، مجاہد یا رشتہ داران وغیرہ کے لیے ہو۔ اور چور کسی ایسی جماعت سے متعلق ہو۔ تو قطع ید نہیں ورنہ ہے۔ مالکیہ کے نزدیک قطع ید ہوگی۔ صحیح یہ ہے کہ اگر حق ہے تو قطع ید نہیں۔

۲۰)...... خیمے میں چوری کے متعلق متفقہ رائے یہ ہے کہ اگر طنابیں کھلی ہیں اور میدان میں ہے۔ تو قطع ید نہیں۔ اور اگر محفوظ کیا گیا ہے تو قطع ید ہے۔

۲۱)...... کعبہ مکرمہ میں چوری میں حد نہیں۔(مالکیہ)۔

مگر طواف کی جگہ سے کوئی چیز چرائی جائے یا جو چیز کعبہ یا مقام محمود پر لٹکائی جائے تو قطع ید ہے۔

حنابلہ، شافعیہ، غلاف کعبہ کی چوری میں قطع ید ہے۔(حنفیہ کا اختلاف ہے)۔

مسجد کا مال چرانے میں قطع ید نہیں۔(حنفیہ)۔

فیڈرل شریعت کورٹ پاکستان نے فیصلہ PCJ 19837SC115 میں مسجد کو حرز قرار دیتے ہوئے چوری کا نصاب اگر ہو۔ تو حد کا اطلاق کیا ہے۔ شافعیہ مالکیہ کے نزدیک قطع ید واجب ہے۔

۲۲)...... اگر کوئی جیب سے ہاتھ ڈال کر چوری کرے تو قطع ید ہے۔

مالکیہ، شافعیہ، حنابلہ، امام یوسف کا اتفاق ہے۔

حنفیہ کے نزدیک اگر رقم پوٹلی میں جیب میں ہو تو پوٹلی کا نکالنا یا پوٹلی کھل جائے تو رقم کے لینے پر قطع ید نہیں۔

۲۳)...... قطار میں سے جانور چرانے پر قطع ید نہیں (حنفیہ)، (اختلاف، شافعیہ، مالکیہ، حنابلہ)۔

۲۴)...... قرابت دار، باپ، دادا، ذوی الارحام بھائی، بہن، چچا، پھوپھی، ماموں، خالہ وغیرہ ہیں ان سے تعلق رکھنا ضروری ہے۔ کیوں کہ قطع تعلق حرام ہے۔ اور وابستگی قرابت کے باعث شرائط حفاظت میں نقص رہ جاتا ہے۔

ارشاد باری ہے:

" ولا علی انفسکم ان تاکلوا مین بیوتکم او بیوت آبائکم او بیوت أمهعکم او بیوت اخوانکم او بیوت اخوتکم او بیوت اعمائکم او بیوت عمعکم او بیوت احوالکم او بیوت حلتکم او ماملکتم مفاتحة او صدیقکم " . (سورۃ نور آیت : ۲).

ترجمہ:...... یعنی اس میں کوئی الزام نہیں کہ تم اپنے گھر سے کھاؤ، یا اپنے باپ دادا کے گھر سے یا اپنی ماؤں کے گھر سے یا اپنی ماؤں کے گھر سے یا اپنے بھائیوں کے گھر سے یا اپنی بہنوں کے گھر سے یا اپنے چچاؤں کے گھر یا اُن گھروں سے جن کی کنجیاں تمہارے پاس ہیں یا اپنے دوستوں سے لے کر۔ ان آیات کی روشنی میں اقربا کے گھروں میں غیر مشروط طور پر داخل ہو کر ان کی چیزوں کو استعمال کرنے کی اجازت دینا سزائے قطع ید سے مانع ہے۔

حنفیہ کہتے ہیں۔ کہ اگر قریبی رشتہ داروں کے گھر سے کسی غیر شخصی کا مال چرالیا تو سزائے قطع ید نہیں۔ لیکن اگر اجنبی کے گھر سے قرابت دار کا مال چرایا تو ہاتھ کاٹا جائے گا۔ کیونکہ پہلی صورت میں شرط حفاظت پوری نہیں ہے۔ اور دوسری میں ہے۔ (صفحہ ۳۴۹ کتاب الفقہ جلد نمبر ۵)۔

۲۵)...... دودھ شریک بھائیوں کے گھر سے مال چرایا تو سزائے قطع ید ہوگی۔

۲۶)...... اگر شاخ کے رشتہ دار (بیٹے، پوتے) جڑ کے رشتہ دار (باپ اور دادا) کے ہاں چوری کریں۔ تو ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اس لیے کہ اولاد کو والدین کے مال میں اُن کی اجازت کے بغیر حق نہیں۔ اولاد اگر ماں باپ کی مملوکہ لونڈی سے ملوث ہو تو اولاد پر حدزنا جاری ہوگی۔ قتل کرے تو قصاص ہے۔

شافعیہ، حنابلہ کو اختلاف ہے۔ کیوں کہ باپ دادا کو اولاد کے لیے رحم غالب ہے۔

۲۷)...... نسل قرابت داروں کے مال کی چوری میں ہاتھ کاٹا جائے گا۔

۲۸)...... شوہر یا بیوی ایک دوسرے کا مال چرالیں تو قطع ید نہیں۔ (حنفیہ)۔

شریک جرم (سرقہ):

شرکاءِ سرقہ میں سے اگر ہر فرد کا حصہ بقدر نصاب ہو تو ہر ایک پر حد نافذ ہوگی۔ مالکیہ کے نزدیک اگر مال مسروقہ ایسا ہے۔ کہ سب کی اعانت درکار ہو۔ تو تب ہر ایک کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اور اگر ایک ہی چور چوری کرسکتا ہے یا کی تو دوسرے شرکاء کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ جب تک کہ ہر ایک کا حصہ اصل مال سے بقدر نصاب نہ ہو۔

حنابلہ کے نزدیک صرف بقدر نصاب ہو۔ تو ہر ایک کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ کوئی تفریق نہیں۔ حنفیہ اور حنابلہ کے ایک قول کے مطابق اکٹھی جماعت اگر مکان میں داخل ہو کر چوری صرف ایک کرے تو تمام مستوجب قطع ید ہیں۔ جب کہ سب کے حصہ میں بقدر نصاب مال مسروقہ آئے۔ شافعیہ اور مالکیہ کہتے ہیں۔ کہ جو مال نکالے اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔

جس نے حرز میں ہاتھ لگایا، سرقہ بموجب حد کا ملزم نہیں۔ البتہ دو یا زیادہ مکلف اگر بقدر نصاب یا زیادہ مال چوری کریں تو سب کے ہاتھ کاٹے جائیں گے۔

نقب زنی:

دروازہ کھولنا، قفل وغیرہ کو توڑنا ، یا دیوار پھینکنا یا بہتے پانی میں ڈال دینا۔ یا کسی چیز پر لاد کر لے جانا سرقہ سے متعلق ہیں۔ خواہ مال باہر اکر ضائع ہو جائے تو سزا قطع ید ہوگی۔

کوئی ناسمجھ بچہ جو چل پھر نہ سکتا ہو۔ اس کا زیور بقدر نصاب چرانے پر قطع ید سے جب کہ آزاد، بالغ، سمجھ دار بچے کی صورت میں قطع ید نہیں۔ (حنفیہ)۔

دارقطنی میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص کو لایا گیا۔ جو بچوں کو چرا کر لے جاتا اور کسی دوسرے مقام پر بیچ دیتا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اس کا ہاتھ کاٹا گیا۔

جہاں کسی دکان یا فروخت کی جگہ پر جس شخص کو اجازت ہو۔ قطع ید نہیں۔ اگر رات کو چوری کرے تو قطع ید ہے۔ (حنفیہ)۔

ایسا چوری کا مال جس میں قطع ید ہو جائے۔ حنفیہ اور حنابلہ کے مطابق اگر چوری ہو جائے تو دوسرے چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ کیوں کہ وہ مال نہ تو تاوان رہا۔ نہ امانت اور نہ ملکیت، لہٰذا مال مسروقہ اصل مالک کو واپس ہوگا۔ اگر موجود ہے نہیں تو سرکاری خزانہ سے ادا ہوگا۔ خیانت کے جرم میں دوسرے چور کو سزا ہوگی۔ مالکیہ اور شافعیہ کا اختلاف ہے۔ اور بلا شبہ وہ مال چوری کی دونوں شرائط مال محفوظ اور نصاب پوری کرتا ہے۔ اس لیے قطع ید ہوگا۔

معافی:

حنفیہ کہتے ہیں کہ اگر حاکم نے چوری میں ہاتھ کاٹنے کا حکم دے دیا۔ مگر مالک نے وہ مال چور کو بخش دیا۔ یا فروخت کر دیا۔ تو اُسے ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں ہوگی۔ شافعیہ، مالکیہ اور حنابلہ اس صورت میں بھی ہاتھ کاٹنے کو واجب قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ مکمل سرقہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ اس ثبوت میں وہ حضرت صفوانؓ سے روایت پر دلالت کرتے ہیں۔

سرقہ بالجبر فتنہ فساد اور ارتداد:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

" انما جزآ و الذین یحار بون اللہ ورسولہ ویسعون فی الارض فساداً ان یقتلو ا او یصلبو ا او تقطع ایدیھم وارجلھم من خلافٍ او ینفو من الارض ذلک لھم خزی فی الدنیا ولھم فی الاخرۃ غذاب

عظیم ٥ الا الذین تابوا من قبل ان تقدروا علیھم ان اللہ غفور رحیم ٥ (سورة مائدہ)

ترجمہ:...... ان لوگوں کا یہی بدلہ ہے، جو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں۔ اور زمین پر فساد کرتے ہیں۔ کہ انہیں قتل کیا جائے۔ یا پھانسی (سولی) دیا جائے یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمت سے کاٹے جائیں یا جلاوطن کیا جائے یہ ان کے لیے دنیا میں ذلت اور ان کے لیے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔ مگر یہ کہ وہ توبہ کریں۔ اس سے قبل کہ ان پر قابو پالیا جائے۔ جان لو کہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

مخالف سمت سے ہاتھ اور پاؤں کاٹنے اور سولی دینے کی متعلق سزا کافی مدت سے چلی آئی ہے۔ جیسا کہ موجودہ آیات سے ظاہر ہے۔

" فلا قطعن ایدیکم وار جلکم من خلاف ولا وصلبنکم فی جذوع النخل "

ترجمہ:...... البتہ میں کاٹوں گا تمہارے ہاتھ پاؤں مخالف سمت سے اور تمہیں کھجور کے تنوں سے سولی دوں گا۔

یہ آیات اس واقعہ سے متعلق ہیں۔ جب جادوگروں کو حضرت موسیٰ علیہ اسلام کے مقابلے پر لایا گیا۔ اور جب وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ نہ کر سکے اور انہوں نے شکست قبول کرتے ہوئے خدائے واحد پر ایمان لانے کا اظہار کیا۔ تو فرعون نے اپنے حلاف انہیں باغی تصور کرتے ہوئے۔ یہ سزا دینے کا اظہار کیا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ سزا باغی کے لیے بھی کسی وقت میں مجوزہ تھی۔

اسلام نے یہ سزا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنیوالوں کو یا مرتدین کے لیے بھی اور فتنہ وفساد کرنیوالوں کے لیے مقرر کی ہے۔ جسے مفسرین نے مفسدوں، راہزنوں اور کھلے بندوں ڈاکہ ڈالنے والوں کے بیان کیا ہے۔

حضرت عرفہ الاشجعیؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سُنا۔ جب تمہاری حکومت متحدہ طور پر ایک شخص کے سپرد ہو اس وقت کوئی آ کر تم میں نا اتفاقی پیدا کرے یا تمہاری جماعت میں پھوٹ ڈالے تو اسے قتل کردو۔

ابن مسعودؓ سے یہ روایت ہے کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کسی مسلمان کا خون بہانا صرف تین صورتوں میں جائز ہے:

۱)...... جب کہ وہ شادی شدہ زانی ہو۔

۲)...... جب کہ بدلے جان لی جائے۔

۳)...... جب کوئی اپنی جماعت چھوڑ کر دین سے مرتد ہو جائے۔

حضرت علیؓ سے روایت ہے۔ کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا۔ کہ اخر زمانے میں ایک قوم نکلے گی۔ نوجوان ہوں گے۔ ہلکی عقلوں والے بہترین خلق کی بات کہیں گے۔ ایمان ان کی گردنوں کے نرخرہ سے تجاوز نہ کرے گا۔ دین سے اس طرح نکل جائیں گے۔ جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ تم ان کو جہاں بھی ملو قتل کر دو ان کے قتل کرنے سے قیامت کے دن اجر ملے گا۔ (مشکوۃ شریف)۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے۔ کہ عکل قبیلہ کے چند آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ وہ مسلمان ہو گئے۔ ان کو مدینہ کی آب وہوا راس نہ آئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں زکوۃ کے اونٹوں پر جا کر رہنے کا حکم دیا۔ اور فرمایا کہ ان کا پیشاب اور دودھ پیو۔ وہ ایسا کرنے پر تندروست ہو گئے۔ پھر مرتد ہو گئے۔ انہوں نے اونٹوں کو چرانے والوں کو قتل کر دیا۔

اور اونٹ ہانک کر لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پکڑ کر ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے۔ اُن کی آنکھیں پھوڑ ڈالیں۔ ان کو حُرہ میں ڈال دیا۔ ان کو پانی نہ دیا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ مر گئے۔ (مشکوۃ شریف)۔

حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک رات یا دن کو بستی میں یا اس کے نزدیک بھی ڈاکہ زنی حرابہ کے مترادف ہے۔ جب کہ ابو یوسف کے نزدیک بستی سے باہر لوٹ کھسوٹ حرابہ کہلاتی ہے۔ حرابہ میں لوٹا ہوا مال قابل واپسی ہے۔ اور حدود شرعی کی سزا اس سے علیحدہ ہے۔

اصلاح معاشرہ، قیام امن، فروغ بغاوت انسداد ارتداد امتناع فتنہ وفساد کے لیے جب تک سنگین سزائیں نہ ہوں۔ اُس وقت تک عادی اور دلیر مجرم پر کوئی اثر ممکن نہیں اس لیے وہ سزائیں جنہیں قرآن پاک نے حدود کا نام دیا ہے۔ ان کا اطلاق معاشرہ کی اصلاح کے لیئے ضروری ہے عرفجہؓ سے روایت ہے۔ کہ میں نے جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے۔ قریب ہے۔ کہ شر وفساد ہوں گے۔ جو شخص ارادہ کرے کہ اس امت کے امن میں تفرقہ ڈالے۔ جبکہ وہ اکھٹی ہو اس کو تلوار سے قتل کر ڈالو جونسا بھی وہ ہو۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ حدوں کو مسجدوں میں جاری نہ کیا جائے ابن عمرؓ سے روایت ہے، کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی حدوں میں سے ایک حد کا قائم کرنا اللہ کے شہروں میں چالیس راتوں کی عبادت سے

بہتر ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)۔

(حرابہ)راہزنی:

حرب کے معنی شورش اور محارب (سرکشی آمادہ حرب) کو کہتے ہیں۔

آئمہ فقہا کا اتفاق ہے۔ کہ تنہا یا زیادہ اشخاص جو عام گزرگاہوں پر ہتھیار لے کر مسافروں کو خوف زدہ کریں۔ خواہ وہ آزاد مسلمان یا غلام ہوں ذمی، بناہ گیر یا ہر بر سر جنگ ہوں۔ یہ سب لوگ محارب کی تعریف میں آتے ہیں ڈاکو راہزن بھی محارب ہیں۔

۱)...... کوئی ڈاکو یا زیادہ اگرارتکاب جرم قتل، لوٹ سے قبل گرفتار ہو جائے۔ تو حاکم وقت ایسی قید میں رکھے گا۔ یہاں تک کہ وہ توبہ کریں۔ حنیفہ، حنابلہ شافعیہ ۔

2)...... اگر کسی مسلمان ذمی وغیر مسلم رعایا کا مال لوٹا اور حد نصاب تک تمام نے تقسیم کیا۔ تو حاکم ان کے دائیں ہاتھ اور بائیں پاؤں کٹوا دے گا۔ اور اگر قتل کیا اور مال نہیں لوٹا تو حد میں قتل کیے جائیں گے۔ اور مقتول کے وارثوں کے معاف کرنے پر سزائے قتل ساقط نہ ہوگی۔

3)...... قتل کرنا اور مال لوٹنا انتہائی بدامنی ہے۔ سورہ مائدہ کی آیات متعلقہ محارب میں سزا چار حصوں پر تقسیم ہے:

۱)...... محض قتل۔

2)...... ڈاکہ۔

3)...... قتل، لوٹ مار دونوں۔

4)...... لوٹ مار قتل سے پہلے گرفتاری۔

محارب کی تعریف:

۱)...... سرکشی آمادہ حرب۔

2)...... راہزن۔

3)...... ڈاکو جبراً مال لوٹنے والا۔

4)...... مسافروں کو سفر کے فائدے سے محروم کرنے والا۔

5)...... سرعام عوام کو اذیت دینے والا۔

6)...... کوئی نشہ آور شے پلا کر یا دھوکہ فریب سے مال اڑانے والا۔

7)...... مرتد۔

آیات کے مطابق چار سزائیں مقرر ہیں۔

۱)...... قتل۔

۲)...... مصلوب کرنا۔(سولی پر چڑھانا)۔

۳)...... دایاں ہاتھ، بایاں پاؤں ٹخنے سے کاٹنا، اگر بایاں پاؤں کٹا ہوا ہو تو بایاں ہاتھ اور داہنا پاؤں کاٹنا اگر چہ وہ اسی سے مرجائے۔اگر صرف ایک ہاتھ ایک پاؤں ہو۔ تو کاٹ دیا جائے۔

ارتداد:

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

" ان الذین کفرو ابعد ایما نھم ثم ازداد و کفرا لن تقبل توبتھم "

ترجمہ:...... جو ایمان لانے کے بعد کافر ہوئے (مرتد) کفر میں زیادتی کی ان کی توبہ قبول نہ ہوگی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

" من بدل دینہ فاقتلوہ " (المبسوط).

ترجمہ:...... جو اپنا دین تبدیل کریں۔اسے قتل کردو۔

امام مالکؒ کے نزدیک محارب مرتد پکڑا جانے سے قبل اگر اسلام لے آئے تو اس پر مواخذہ نہیں۔اور اگر اس کی جان دارالسلام میں ہو تو اس کے اسلام لے آنے سے اس پر حرابہ کا حکم تو ساقط ہوجائے گا۔مگر جرائم (تاوان اور نقصان) میں اس کا حکم مرتد جیسا ہوگا۔ دہریہ، مجوسیہ، مجوسی، فلاسفہ، عیسویہ، وثنیہ کافر، بت پرست تمام اسلام سے خارج ہے۔ارتداد کی

صورت میں مرتد کی قانونی حیثیت بالکل کافر حربی جیسی ہو جاتی ہے۔اور دراصل بوجہ حرابہ وہ واجب القتل ہے۔ارتداد سے حقوق زوجین اثر انداز ہوتے ہیں۔اور نکاح فسق ہو جاتا ہے۔مرتد کے تمام حقوق جو اسے بطور مسلمان حاصل ہو متاثر ہو جائیں گے۔اس کی تمام جائیداد مال بیت المال میں داخل کیے جائیں گے۔

علامہ ابن قیمؒ کہتے ہیں شریعت سے اللہ کا مقصود بندوں کے درمیان عدل وانصاف کا قیام ہے۔جس طریق کے ذریعہ عدل وانصاف قائم کیا جائے گا۔وہی دین ہوگا۔

عورتوں کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں جب وہ مرتد ہو جائیں تو قید کی جائیں قتل نہ کی جائیں۔بنوحنفیہ کے عورتوں میں سے ایک قیدی عورت حضرت علیؓ کے حصہ میں آئی جن کے بطن سے محمد بن حنیفہ پیدا ہوئے۔(المبسوط)۔

حسن بصریؒ سے مروی ہے۔مرتد سے نہ توبہ طلب کی جائے اور نہ فی الحال قتل کیا جائے۔

سفیان ثوریؒ سے مروی ہے۔مرتد سے ہمیشہ توبہ کا ہی مطالبہ کیا جائے۔بہرکیف مرتد کی قانونی حیثیت ایک باغی کی سی ہے۔اوراس طرح سے باغی کا قتل روا ہے۔

ارتداد کی بنا پر زوجین کے درمیان تنسیخ اُسی وقت واقع ہو جاتی ہے۔اور کسی عدالت کے فیصلہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔خواہ مجامعت ہوئی ہو یا نہیں۔البتہ مجامعت کی صورت میں حق مہر مکمل واجب الادا ہوگا۔

اگر کوئی شخص دارالحرب سے بطور مسلمان نکل آئے۔یا بطور ذمی دارلسلام میں پناہ لے تو نکاح ازخود منسوخ ہوگا۔کوئی حربی یا دشمن دارلسلام میں رہائش اختیار کرے تو دارالحرب میں رہائشی فریق کی دونوں میں طلاق واقع ہوگی۔البتہ دونوں اگر دارلسلام میں پناہ لیں تو طلاق نہ ہوگی۔

امام اعظمؒ کے نزدیک کوئی شخص مرتد ہو کر دوبارہ دارالسلام سے آئے۔تو بدو دوبارہ نکاح اس کی بیوی حلال ہوگی۔

امام سرخسی کے نزدیک اگر کوئی شخص نشہ میں (بدوں عقل) ارتداد کرے تو اس کی بیوی کی طلاق واقع نہ ہوگی۔

مرتد سے مسلمان مرد یا عورت کی شادی جائز نہ ہے۔کوئی شخص مرتد ہو کر دارالحرب میں چلا جائے تو وہ قانونی طور پر مردہ تصور کیا جائے گا۔اس کے غلام مدبر اور ام الولد سب آزاد تصور ہوں گے۔قرض واجب الادا ہوں گے۔اوراس کے والدین اس کی مکسوبہ جائیداد کے فوراً وارث متصور ہوں گے۔

مسلمان مرتد ہو کر عیسائی، یہودی، یا مجوسی ہو کر کوئی وصیت کرے جو نافذ ہوگی۔صاحبین بھی ایسی وصیت کو بہرحال درست

تصور کرتے ہیں۔ کیوں کہ مرتد ہونے پر حق ملکیت ختم نہیں ہوتا۔ مسلمان کی مرتد مرد یا عورت سے نہ قانونا شادی ہوسکتی ہے نہ وہ وراثت حاصل کر سکتے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جب مرتد دار الحرب میں چلا جائے یا مار دیا جائے۔ یا مر جائے تو اس کی جائیداد فے تصور ہوگی جو بیت المال میں جمع ہوگی۔ البتہ مرد عورت کے ورثا اس کی جائیداد حاصل کریں گے۔ کیونکہ مرتدہ کی سزا موت نہیں۔ (سراجیہ)۔

نتیجتاً مرتد کے مال سے قرضہ جات یا نقصان جو ہو یا واجبات ادا کیے جائیں گے۔ اگرچہ مرتد کا مال فے تصور ہوگا۔

۵)...... باعثِ رحمت و برکت:

اسلامی حدود و تعزیرات کا ایک فلسفہ یہ بھی ہے کہ اس نظام کو نافذ کرنے سے اللہ کی رحمت اور برکت اس سرزمین پر برستی ہے۔ جیسا کہ گذشتہ اوراق میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ذکر ہوا ہے۔

امام ابن تیمیہؒ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے حدود و تعزیرات کو اپنے بندوں کے لیے باعثِ رحمت بنایا ہے اور یہ کائنات کے لیے رحمت اور بندوں پر اس کا احسان ہے، پس جو آدمی لوگوں کے جرائم پر سزا نافذ کرے اس کو چاہیے کہ وہ اس کے ساتھ رحمت اور ان پر احسان کا قصد کرے جس طرح ایک والد اپنے بیٹے کو سزا دیتا ہے یا جس طرح ایک ڈاکٹر اپنے مریض کا ہمدردی کے ساتھ علاج کرتا ہے۔ (تلک حدود اللہ ص : ۶)۔

اسلامی حدود و تعزیرات کا نظام جہاں اللہ کی طرف سے دنیا والوں کے لیے باعث برکت و رحمت ہے وہاں اہل دنیا کے لیے باہمی محبت و اخوت کا ضامن بھی ہے، جتنے جرائم کم ہوں گے اتنا ہی لوگوں کے درمیان شکوے شکایات کم ہوں گی۔ جذبہ انتقام سرد پڑ جائے گا اور عوام الناس میں یگانگت اور محبت کے جذبات پرورش پائیں گے۔ تہذیب و ثقافت کا معیار بلند ہوگا۔ اور ایک مثالی فلاحی معاشرہ معرض وجود میں آئے گا۔

۶)...... اقتصادی ترقی:

معاشرے کا امن و امان ہی دراصل اقتصادی ترقی کا ضامن ہوتا ہے، جن ممالک میں قدم قدم پر ڈاکے پڑتے ہوں، بنک لوٹے جاتے ہوں، اور راتوں کو چور لوگوں کی نیندیں حرام کر دیں، قتل و غارت گری کا بازار گرم رہے تو وہ ملک اقتصادی موت مر جاتے

ہیں۔لہٰذا اسلامی حدود وتعزیرات کے نفاذ سے ہر ملک کی اقتصادی ترقی بھی وابستہ ہے، جہاں اقتصادی ترقی ہوگی وہاں لازماً معاشرتی سکون آئے گا۔ مجرموں کی حوصلہ شکنی ہوگی، مظلوم کی دادرسی ہوگی اور عوام الناس میں قانون شکنی کی ہمت نہیں رہے گی، معاشرتی دشمنیاں، حسد اور کینہ اس قسم کی روحانی بیماریوں سے معاشرہ محفوظ رہے گا۔غربت وافلاس کے سائے ختم ہوں گے اور خوشحالی اور فارغ البالی کا دور دورہ ہوگا۔

۷)...... انصاف کے تقاضے:

اسلامی حدود، تعزیرات کا ایک فلسفہ یہ بھی ہے کہ یہ حدود وتعزیرات انصاف کے تقاضوں کے عین مطابق ہیں۔اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر ارشاد فرمایا:

" یا یھا الذین آمنو کتب علیکم القصاص فی القتل " (البقرہ : ۱۷۸)

ترجمہ:...... اے ایمان لانے والو (مقتولوں کے بارے میں) تم پر قصاص (خون کے بدلے خون) فرض کیا گیا ہے، آزاد کے بدلے میں آزاد (قتل کیا جائے) اور غلام کے بدلے میں غلام اور عورت کے بدلے میں عورت قتل کی جائے، اگر قاتل کو اس کے مقتول بھائی کے قصاص میں سے کچھ معاف کردیا جائے (تو مقتول کے وارث کو) اچھے طریقے سے (قرارداد کی پیروی یعنی مطالبہ خون بہا) کرنا چاہیئے اور (قاتل کو) خوبی کے ساتھ ادا کرنا چاہیئے یہ پروردگار کی طرف سے تمہارے لیے آسانی اور مہربانی ہے، جو اس کے بعد زیادتی کرے اس کے لیے دردناک عذاب ہے۔

دوسری جگہ قرآن مجید میں فرمایا گیا:

" وکتبنا علیھم فیھا ان النفس بالنفس والعین بالعین " (المائدہ : ۴۵)

ترجمہ:...... اور ہم نے ان لوگوں کے لیے تورات میں یہ حکم لکھ دیا تھا کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور سب زخموں کا اسی طرح بدلہ ہے، لیکن جو شخص بدلہ معاف کردے وہ اس کے لیے کفارہ ہے اور جو اللہ کے نازل کیے ہوئے احکام کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو ایسے لوگ ہی بے انصاف ہیں۔

ان آیات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عدل وانصاف کا نظام دیا ہے۔جسے اگر معاشرے میں نافذ نہیں کیا جائے گا تو انصاف کے تقاضے کسی صورت پورے نہ ہوں گے۔لہٰذا لازمی اور ضروری ہے کہ مظلوم اور مجبور طبقوں کی دادرسی، حوصلہ افزائی اور ان کو انتقامی جذبوں سے محفوظ رکھنے کے لیے ان حدود وتعزیرات کا نفاذ کیا جائے۔

۸)...... باعثِ عبرت:

اسلامی حدود و تعزیرات کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ سزائیں باعث عبرت ہوتی ہیں، اسی لیے قرآن وسنت میں انہیں سرعام نافذ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

سورۃ نور میں ہے:

" ویشهد عذابهما طائفة من المومنین "

ترجمہ:...... اور اس (جرم زنا) کی سزا کا مشاہدہ مومنین کی ایک جماعت ضرور کرے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور خلفائے راشدین کے دور میں جتنی بھی سزائیں دی گئیں وہ سب سرعام مسجد نبوی کے سامنے دی گئیں۔ حضرت ماعز بن مالک اسلمیؓ کو مسجد نبوی کے سامنے جب رجم کیا گیا تو وہ بھاگے۔ عیدگاہ تک جاتے جاتے صحابہ کرامؓ نے انہیں رجم کر دیا۔ غامدیہؓ کو مسجد نبوی کے سامنے رجم کیا گیا۔ مخزومیہؓ کا ہاتھ مسجد نبوی کے سامنے کاٹا گیا۔ اس پر کسی نے چوں وچرا نہ کی لیکن حیرت وافسوس کا مقام ہے۔ کہ آج ہمارے نام نہاد دانشور اور بعض جدید تعلیم یافتہ اور مغرب زدہ لوگ یہ کہتے ہوئے شرم نہیں کرتے کہ " سرعام سزا دینا انسانیت کی توہین ہے "۔ " نعوذ باللہ من ذلک "۔

صحابہ کرامؓ انسان نہ تھے؟ وہ تو شرف انسانی کے ایسے مقام ومرتبہ پر فائز تھے کہ آج کا بڑے سے بڑا ولی اللہ ان کی خاک پا کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ دراصل ایسے معترض حضرات ان حضرات کو سرعام سزا دینے میں جو مقام عبرت ہے اس کی حکمت سمجھ نہیں آتی۔

ہم دعوے سے کہہ سکتے ہیں۔ کہ اگر آج ہماری حکومت اسلامی حدود و تعزیرات کو نافذ نہ بھی کرے مگر انگریز کے قانون کے مطابق جو پھانسی کی سزائیں جیلوں میں چھپ کر دی جاتی ہیں۔ انہیں اگر آج سرعام نافذ کرنا شروع کر دیں تو یقیناً معاشرے سے جرائم کی تعداد میں کمی ہوگی ہم صرف ایک مثال پیش کرتے ہیں۔

جنرل ضیاء الحق مرحوم کے دور میں لاہور کے پپو کیس میں تین مجرموں کو جیل روڈ پر سرعام پھانسی کی سزا دی گئی تھی لوگوں کا ایک جم غفیر جمع تھا، پھانسی کا منظر دیکھنے کے بعد لوگ توبہ توبہ کرنے اور کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے گھروں کو رخصت ہو رہے تھے۔ اس دن کے بعد پاکستان کی چھ/۶ ماہ کی اخبارات اٹھا کر دیکھیں ان میں آپ کو کسی جرم کا نشان نظر نہیں آئے گا۔ لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ اب اسلام اپنی صحیح صورت میں نافذ ہونے والا ہے۔ لیکن جب ان کو پتہ چلا کہ اسلام کا نفاذ نہیں ہوا۔

تو معاشرے میں جرائم پھر سے شروع ہو گئے۔

سعودی عرب میں قرآن وسنت کے احکام کے عین مطابق آج بھی سزائیں بیت اللہ کے سامنے، مسجد نبوی کے سامنے اور ہر شہر میں جامع مسجد کے سامنے نافذ کی جاتی ہیں۔ جس کی وجہ سے لوگ عبرت حاصل کرتے ہیں ۔

مجرموں کے خلاف اپنی نفرت کا اظہار کرتے ہیں۔ انسانی فطرت میں بعض اوقات جرم پل اور بڑھ رہا ہوتا ہے لیکن انسان نے اس پر عمل نہیں کیا ہوتا۔ سزا کے مشاہدے سے ایسے مجرم ضمیر خود بخود اپنی اصلاح کرتے ہیں اور جرم سے اپنے آپ کو محفوظ کر لیتے ہیں۔ حجاز مقدس کی تاریخ میں یہ بات لکھی ہوئی ہے کہ ایک وقت تھا جب یہاں کے رہنے والے حاجیوں کو لوٹ لیتے تھے حتیٰ کہ انہیں قتل بھی کر دیتے تھے لیکن جب محمد بن عبدالوہاب کی تحریک احیائے دین کے ناطے صحیح معنوں میں اسلام نافذ ہوا تو مدینہ طیبہ میں سب سے پہلے ایک چور کا ہاتھ سرعام کاٹا گیا۔ جس کے بعد مدینہ طیبہ میں سولہ سال تک چوری کا کوئی کیس سامنے نہیں آیا۔ یہ دلیل ہے کہ سرعام سزا نافذ کرنا لوگوں کے لیے باعثِ عبرت بن جاتا ہے۔

۹)...... آخرت کے عذاب سے چھٹکارا:

اسلامی حدود وتعزیرات کا سب سے بڑا اعجاز یہ ہے کہ جس آدمی کو اس جہاں میں اسلامی شریعت کے مطابق سزا مل جائے تو آخرت میں اللہ کی طرف سے کوئی سزا نہیں دی جاتی گویا وہ آدمی پاک وصاف ہو کر اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہے۔ جب حضرت غامدیہ کو رجم کیا گیا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ پڑھانے کی تیاری کی حضرت عمرؓ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی " العصل علی الزنیة " (کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک زانیہ کی نماز جنازہ پڑھائیں گے؟) اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمرؓ تم نہیں جانتے:

" لقد تابت توبة لو قسمت علی هذه القریة لکفتها "

ترجمہ:...... اس عورت نے اتنی سچی توبہ کی ہے کہ اگر اس کی توبہ کو مدینہ طیبہ کے سب گناہ گاروں پر تقسیم کر دیا جائے تو سب کے لیے کافی ہو جائے۔

اس سے ثابت ہوا کہ غامدیہؓ سزا ملنے کے بعد گناہوں سے ایسی پاک وصاف ہو گئی جس طرح اس کی ماں نے اسے آج جنم دیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

" التائب من الذنب کیوم ولدته امه "

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا وجہ تھی کہ صحابہ کرامؓ کے خلاف ارتکاب گناہ کی کوئی ایک شہادت موجود نہ تھی پھر یہ خود آکر رسول

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنے جرم کا اقرار واعتراف کیوں کرتے تھے؟ دراصل ان صحابہ کرامؓ کو یہ علم تھا کہ اگر انہیں دنیا میں سزا نہ ملی تو آخرت کی سزا بہت سخت ہوگی۔

منافقین نے جب غزوۂ تبوک پر اس بہانے نکلنے سے انکار کیا کہ گرمی بہت شدید ہے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں وارننگ دی۔

" قل نار جهنم اشد لو كانو يفقهون "

ترجمہ:...... اے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہہ دیجئے جہنم کی آگ عرب کی چلچلاتی دھوپ سے بہت زیادہ سخت ہے۔ اے کاش وہ اس حقیقت کو سمجھ لیتے۔

یہ تھا وہ خوف جس کی بناء پر یہ صحابہ کرامؓ خود اپنے جرم کا اقرار واعتراف کرتے اپنے گناہوں پر نادم ہوتے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " التوابة الندم "

ترجمہ:...... کہ توبہ کی حقیقت اپنے گناہوں پر سچے دل سے نادم ہونا ہے۔ تو ان صحابہ کرامؓ نے سچی توبہ کی اور اپنے جرم کے اقرار واعتراف سے دنیاوی سزا کو قبول کرلیا اور آخرت کے عذاب سے اپنے آپ کو محفوظ کرلیا۔

ضمناً ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر کسی آدمی کا جرم قانون سے پوشیدہ رہتا ہے۔ تو اس کی سزا کا معاملہ کیا ہوگا؟

اس سلسلے میں قرآن وسنت ہماری رہنمائی کرتے ہیں اگر آدمی بغیر توبہ کے دنیا سے چلا جائے تو اسے اپنے ہر جرم کی سزا آخرت میں ملے گی لیکن اس نے پکی اور سچی توبہ کی ہو تو بے شک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ اگر اللہ اس کو معاف کردیں تو اس کو آخرت میں کوئی سزا نہ ملے گی۔

ابن تیمیہؒ نے اسلامی حدود وتعزیرات کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:

کسی محبت کرنے والے عاشق کو اگر اس بات کی اجازت دی جائے کہ وہ اپنے محبوب کو دیکھتا رہے اور گفتگو کرتا رہے تو اس سے اس کے مرض کو افاقہ نہیں ہوگا بلکہ اس کا مرض بڑھے گا لہٰذا و، فرماتے ہیں: کہ اسلامی حدود وتعزیرات کڑوی دوائی کی مانند ہے جو ایسے اخلاقی مریضوں کا علاج کرتی ہیں۔

اور مریض جب وہ چیز مانگے جو اسے ضرر پہنچائے یا کڑوی دوا کھانے سے واویلا کرے تو اگر ہم اس پر نرمی کرتے ہوئے اس کو دوائی نہ پلائیں تو ہم اس کی تکلیف کے بڑھاتے اور اس کی ہلاکت کا سبب بنیں گے۔ اور وہ ہلاک ہو جائے گا۔ یہی حالت ایک گناہ گار اور عاشق کی ہے کہ وہ مریض ہوتا ہے، اس کے ساتھ نرمی اور رحمت یہ نہیں کہ اس کی مدد کریں اور نہ یہ ممکن ہے کہ اسے ان

عبادات کے ترک کرنے کی طرف مائل کریں جو اسے فائدہ دے کر اس کے مرض کو زائل کردیں۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔یعنی اس میں شفاء ہے اور شفاء سے بھی کہیں زیادہ بڑے فائدے ہیں۔

مریض کے ساتھ حقیقی اُنس تو یہ ہے کہ دوا اگر کڑوی بھی ہو تو اس کے پینے پر اسے مدد دی جائے، نماز کی مانند جس میں اذکار مسنونہ اور مناجات بارگاہ الٰہی ہے اور اس مریض کو ہر اس چیز سے بچایا جائے جو اس کی بیماری کو بڑھاتی ہے۔خواہ مریض اس کے کھانے کی کتنی ہی تمنا کیوں نہ کرے۔اور کسی کو یہ گمان نہیں کرنا چاہیے کہ اگر اسے کسی حرام چیز سے استفادے کا موقع مل جائے تو اس کی بیماری ختم ہوجائے گی بلکہ یہ تو اس کے لیے جذبات کی مزید برانگیختگی کا باعث بنے گی۔

اور انجام کار اس کی تکلیف، مصیبت اور بیماری بڑھ جائے گی۔اگر وقتی طور پر اسے حرام سے سکون میسر آئے گا تو آخر کار وہ ایک ایسی جان لیوا بیماری میں مبتلا ہوگا جس سے چھٹکارا پانا ممکن نہ ہوگی۔ضروری ہے کہ بیماری کے پختہ ہونے اور ہلاکت کی حد تک پہنچنے سے پہلے پہلے اس کا علاج ایسی دوائی سے کرلیا جائے جو اس کی بیماری کو دور کرسکے یہ بات معلوم ومعروف ہے کہ علاج کا دکھ درد (جو مریض کے لیے فائدہ مند ہے) کہیں زیادہ آسان ہے اس مرض سے جو ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔یہاں سے یہ بات واضح ہوتی کہ اسلامی حدود وتعزیرات وہ نفع بخش دوائیں ہیں جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ دلوں کی بیماریوں کی اصلاح فرماتا ہے اور یہ اللہ کی اپنے بندوں پر مہربانی اور نرمی کا معاملہ ہے اور اللہ کے اس فرمان میں یہ بات داخل ہے:

"اور ہم نے آپ کو سب جہانوں کے لیے باعثِ رحمت بنا کر بھیجا ہے"۔

چنانچہ جس نے اللہ تعالیٰ کی اس رحمت اور نفع (حدود) کو مریض سے ہمدردی کرتے ہوئے چھوڑ دیا تو گویا اس نے مریض کے عذاب اور ہلاکت پر اس کی مدد کی ہے۔اگرچہ وہ اس کی خیر کا ہی طالب کیوں نہ ہو۔پس ایسا آدمی جاہل اور احمق ہے۔

جس طرح کہ بعض جاہل عورتیں اور مرد اپنے مریضوں کے ساتھ کرتے ہیں اور جیسے بعض لوگ اپنی اولاد کو ان کی غلطیوں کی سزا نہیں دیتے اور وہ ان کے ساتھ نرمی اور ہمدردی کا رویہ رکھتے ہیں۔جو آخر کار اولاد کے بگڑ جانے اور ان کی ہلاکت کا سبب بنتے ہیں۔ (الفتاویٰ ابن تیمیہ: ج ۱۵ ، ص ۹۰ ، ۲۸۹) .

......☆☆☆☆☆......